

(دوشیزہ ڈائجسٹ - نومبر ۲۰۲۱)

بھید

از اقراء عزیز

بھید

اچانک آنے والی رانگ کالز نے اس کی زندگی میں ہیجان
برپا کر دیا تھا مگر پھر کچھ ایسا ہوا کہ سب ختم ہو گیا.....

اس کمرے میں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اگلے ہی
پل وہاں اس سناٹے کو چیرتی قدموں کی آواز واضح
ہوئی تھی۔
وہ شخص مزید چند قدم آگے بڑھتے ہوئے
سامنے ٹیبل پر رکھے کیلینڈر کی جانب چلا آیا تھا۔
"بس چند دن اور۔۔۔ پھر میرا انتظار ختم ہو جائے
گا۔"
یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے
پیلے رنگ کے مارکر سے سمبر کی بیس تاریخ پہ ایک لکیر
پھینچی تھی۔ جیسے اسے شدت سے اسی تاریخ کا انتظار
ہو۔
نیم تاریکی میں بھی یہ واضح تھا کہ اس کے
چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔ ایک پراسرار مسکراہٹ۔
☆.....☆.....☆
"شمرین! جلدی کرو، ہم لیٹ ہو جائیں گے۔"
سعد نے فکر مندی سے کہا۔
"جی جی چلیں! سارا سامان لے لیا ہے اور میں
بھی تیار ہوں۔"

وہ ان دونوں کے سامان سے بھرے سفری بیگ
اور سوٹ کیس پر ایک آخری نگاہ ڈالتے ہوئے
بولی۔
اسٹیشن پر پہنچتے ہی وہ لوگ تیزی سے آگے بڑھ
رہے تھے۔
"پلیٹ فارم نمبر ۲ پہ آرہی ہے ٹرین۔" سعد نے
عجلت میں کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما۔
اپنی سیٹ پر بیٹھتے ساتھ ہی انہوں نے سکھ کا
سانس لیا تھا۔
چند لمحوں بعد ٹرین کے مخصوص ہارن کی آواز
سنائی دی تھی۔ ٹرین جیسے جیسے آگے بڑھتی جاتی اپنے
پچھے سیاہ دھوئیں کے بادل چھوڑ جاتی تھی۔
"سعد! کیا آپ اب تک اس راگ نمبر سے
آنے والی فون کالز کی وجہ سے مجھ سے خفا ہیں؟"
کچھ دیر تک چھائی گہری خاموشی سے وہ وحشت
زدہ سی ہو کر بولی۔
سعد کا رویہ فی الحال اس کے ساتھ تاویل تھا مگر وہ
پھر بھی اس کی گہری خاموشی سے ادا بس سی ہو کر نہ گئی

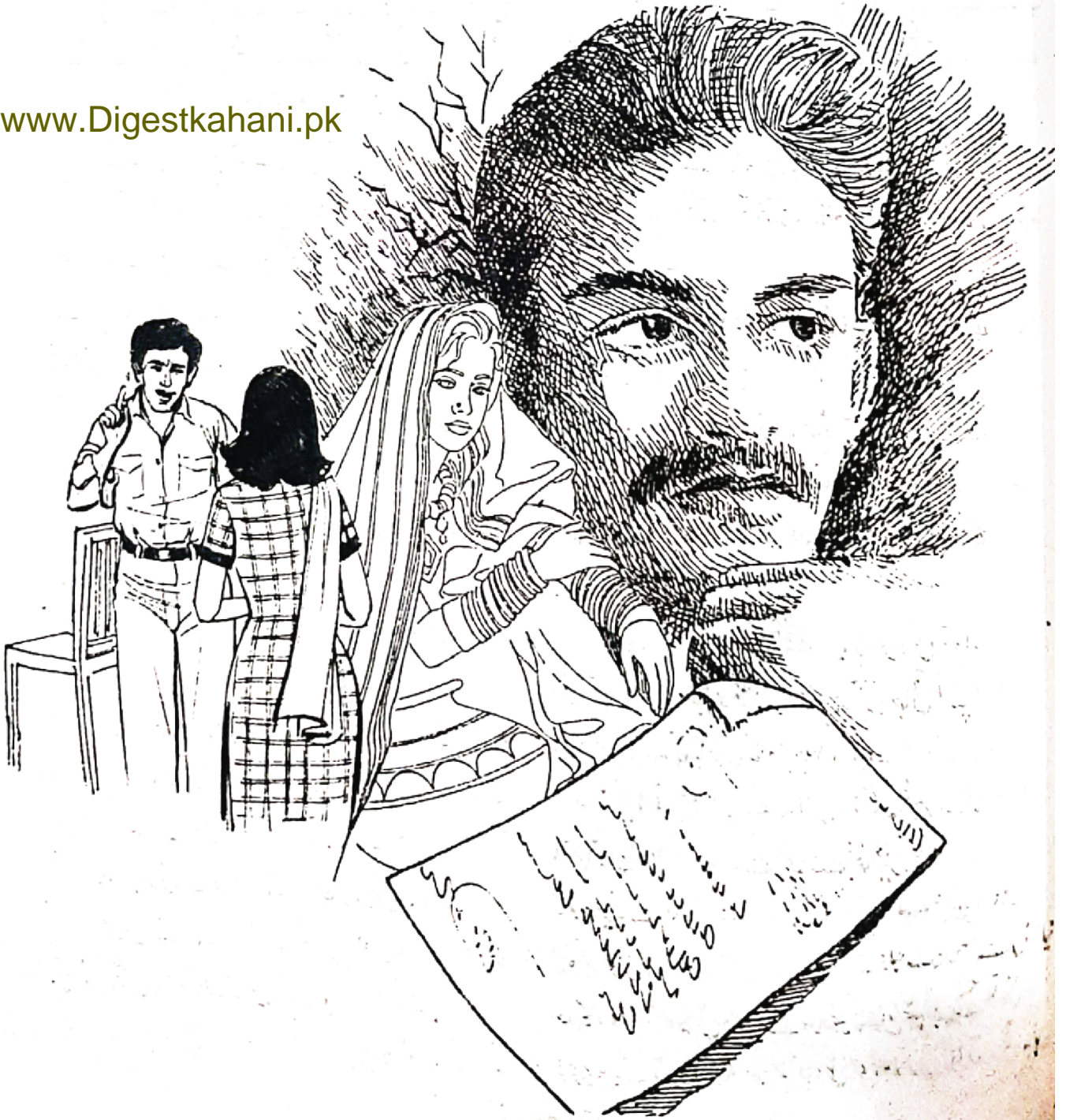
تھی۔
 "سفر لمبا ہے لہذا میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔"
 لیے اس نے اپنے بیک سے ایک ڈائری نکالی اور ہاتھ میں قلم تھام لیا۔ ایک دم اس کے اندر کا لکھاری بیدار ہو گیا تھا۔ ایک نظم لکھنے کے بعد وہ اب حسبِ عادت آج کے دن کی روداد لکھ رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

وہ گہری نیند میں تھا جب سنائے کو چیرتی موبائل کے بجنے کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی تھی۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے آنکھیں ملتے ہوئے بائیں ہاتھ سے سائیڈ ٹیبل پر رکھا موبائل اٹھایا تو اسکرین پہ جگمگاتا "شرین" کا نام دیکھ کر وہ

سعد نے اتنا کہہ کر پیچھے سیٹ سے سر نکا کر آنکھیں موند لیں تھیں۔ گویا وہ اس موضوع پر مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔
 ٹرین اب کھیتوں سے بھرے راستے سے گزر رہی تھی۔ جہاں ہر سمت ہریالی ہی ہریالی تھی۔
 مگر شیشے سے اس خوبصورت منظر کو دیکھتی شرین کے چہرے پر اب بھی مایوسی تھی۔ جسے دور کرنے کے

www.Digestkahani.pk



پھر بھی خضر کو اس کی یہ حرکت خاصی پسند نہیں آئی تھی۔
کچھ سوچتے ہوئے اس نے امی سے ہوٹل کا نام پوچھا
تھا۔

"سریہ ہوٹل!"

امی کے منہ سے نام سننے کی دیر تھی کہ اگلے ہی
لمحے وہ اپنی گاڑی کی چابی اٹھا کر داخلی گیٹ کی
جانب بڑھا تھا۔

جبکہ بہن کے لیے اس کی محبت کو دیکھ کر صفیہ بیگم
محض مسکرا کر رہ گئیں تھیں۔

☆.....☆.....☆

وہ لوگ کراچی سے راولپنڈی پہنچ چکے تھے۔
آگے اسلام آباد تک کا سفر انہوں نے ٹیکسی سے طے
کیا تھا۔

وہ جو اپنے والدین اور بھائی سے ملنے کا بے
صبری سے انتظار کر رہی تھی۔ سعد کی بات پر بے
اختیار چونکی۔

"ابھی ہم یہاں سے سریہ ہوٹل جا رہے ہیں،
میری وہاں ایک کلائنٹ سے اہم میٹنگ ہے۔ آج
رات ہم وہیں رہیں گے۔"

شرمین نے اس کی بات سمجھتے ہوئے محض اثبات
میں سر ہلادیا۔ سعد پہلے سے ہی ہوٹل میں ایک کمرہ
بک کروا چکا تھا۔

اپنے کمرے میں پہنچنے کے بعد سعد نے ٹھیک
سے آرام بھی نہ کیا اور اسے کمرے میں چھوڑ کر ہوٹل
کی لابی میں بیٹھے اپنے کلائنٹ سے ملنے چل دیا۔

اچانک موسم نے رخ بدلا اور ہلکی ہلکی بوند
باندی کے بعد اب بارش شروع ہو چکی تھی۔

قدرتی نظارے ہر دیکھنے والی آنکھ کو اپنی جانب
متوجہ کرتے ہیں لیکن مسلسل بارش کے بعد دکھائی
دینے والا نکھرا نکھرا منظر کچھ الگ انفرادیت رکھتا
ہے۔ ایسے میں ذکر اسلام آباد کی خوبصورتی اور قدرتی

بے اختیار مسکرایا۔
"کیسی ہو پیاری بہن؟ آجاؤں لینے۔۔۔ پہنچ
گئے اسٹیشن خیریت سے؟" وہ کال اٹھاتے ہی بولتا
چلا گیا۔

"میں ٹھیک ہوں بھائی! اور امید ہے آپ بھی
خیریت سے ہوں گے۔"

اس کی چمکتی آواز گونجی۔ مگر اگلے ہی پل جب وہ
بولی تو خضر کو وہ کچھ اُداس لگی تھی۔

"بھائی! پلیز جلدی سے میری امی سے بات
کروائیں۔"

اس کے "سب خیریت ہے" پوچھنے پر شرمین
نے اسے یقین دلایا تھا کہ سب ٹھیک ہے۔

اگلے ہی پل وہ یونہی موبائل کان سے لگائے
امی کے پاس لاؤنچ میں چلا آیا تھا۔

اپنی لاڈلی بیٹی سے بات کرتے ہی امی کے
چہرے پہ خوشی جھلک رہی تھی۔ آج ان کی بیٹی شادی
کے چھ ماہ بعد اپنے والدین اور بھائی سے ملنے اپنے
شہر اسلام آباد آئی تھی۔

"کیا ہوا امی! آپ پریشان لگ رہی ہیں؟"
وہ جو بے صبری سے شرمین اور امی کی باتیں ختم
ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ رابطہ منقطع ہوتے دیکھ کر
اس نے امی سے پوچھا۔

جواب میں صفیہ بیگم نے اسے ساری بات
بتائی۔

"شرمین کہہ رہی ہے کہ سعد کی ایک ہوٹل میں
ضروری میٹنگ تھی۔ لہذا سعد نے کہا ہے کہ آج کے
دن وہ لوگ اسی ہوٹل میں ٹھہریں گے۔"

جبکہ وہ حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔
"ہوٹل میں کیوں؟ سعد شرمین کو یہاں چھوڑ کر
بھی تو وہاں جاسکتا تھا۔"

سعد اس کا چچا زاد بھائی اور شرمین کا شوہر تھا، مگر

حسن رکھنے والی مارگلہ کی پہاڑیوں کا ہو تو بھلا کون بازوق ہوگا جو ان کے سحر میں خود کو مبتلا محسوس نہ کرے۔

اس حسین منظر کو کھڑکی سے دیکھتی ثمرین بھی ایسے ہی سحر میں مبتلا تھی۔ بھی اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون ہے؟"

"کھولیں مادام! روم سروس۔"

اُس نے گہری سانس لے کر دروازہ کھولا تو اپنے سامنے خضر کو کھڑے دیکھ کر خوشی سے چیخ پڑی۔ "خضر بھائی!"

"ثمرین بہن!" خضر نے آگے بڑھ کر شفقت سے اپنی چھوٹی بہن کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

وہ ہومل میں داخل ہوتے ہی لابی میں موجود سعد سے مل چکا تھا۔

"تم جو بھی کہو۔ مجھے سعد کی یہ حرکت پسند نہیں آئی۔ کیا کچھ ایسا ہے جو تم مجھ سے چھپا رہی ہو؟"

وہ سوالیہ جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ "نہیں بھائی! سب ٹھیک ہے۔" اتنا کہہ کر وہ نظریں پُچرا گئی۔

"اگر تمہیں لگتا ہے میں ان بھائیوں میں سے ہوں، جو بہنوں کی شادی کے بعد انہیں ہمیشہ کے لیے پرایا کر دیتے ہیں تو ٹھیک ہے!" وہ خفا ہو کر وہاں سے جانے لگا، تبھی ثمرین نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"بھائی پلیز! مت جائیں۔"

پھر وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے سب بتانے لگی کہ پچھلے چند دنوں سے اسے ایک رانگ نمبر سے مسلسل کالز آرہی تھیں۔ ایک دن آدھی رات کو سعد نے اس کے موبائل پر ایک انجان نمبر سے کال آتے دیکھی تو وہ بہت خفا ہوا تھا۔ وہ نمبر بلاک کر کے

بھی دیکھ چکی ہے مگر کوئی فائدہ نہیں۔ کوشش کے باوجود وہ خضر کو مکمل سچ بتانے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔ وہ بھید جو اس نے اب تک اپنے دل میں رکھا تھا۔

"اگر یہی بات تھی تو تم مجھے پہلے بھی بتا سکتی تھی، تم شاید بھول رہی ہو کہ تمہارا بھائی ایک پولیس آفیسر ہے!" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"سچ کہوں تو سعد مجھ پر شک نہیں کرتے، مگر مجھے لگتا ہے وہ اس بات کو لے کر اب تک ناراض ہیں۔" وہ ابھی اتنا ہی بول پائی تھی کہ اسی اثناء میں وہاں سعد آگیا۔ جبکہ اگلے ہی پل خضر وہاں سے جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

سعد سے مصافحہ کر کے وہ ثمرین کو اللہ کی امان میں دیتے ہوئے وہاں سے جا چکا تھا۔

"ثمرین! تم تیار ہو جاؤ، ہم کچھ دیر بعد مارگلہ کی پہاڑی کا حسن نزدیک سے دیکھنے اور تھوڑی بہت سیر کرنے چلتے ہیں۔" سعد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جبکہ ثمرین بھی خوشی سے مسکرا دی۔ سعد کے یوں کہنے پر اس کا چہرہ گلاب کی مانند کھل اٹھا تھا۔ "شکریہ سعد!"

"جب تک میں اپنے کچھ کام مکمل کر کے آتا ہوں۔ تم کمرے کا دروازہ لاک کر لو۔" وہ اتنا کہہ کر ایک بار پھر کمرے سے باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ مگر اب کے ثمرین کے چہرے پر اداسی کی جگہ خوشی کے رنگ بکھرے تھے۔

اور شاید قسمت نے اس کے چہرے پر یہ رنگ آخری بار دیکھے تھے۔

☆.....☆.....☆

وہ سفید فراک پہنے تیار ہو کر پرستان کی کوئی پری لگ رہی تھی۔

دروازے پر دستک ہوئی تو وہ مسکرا کر سعد کا استقبال کرنے کے لیے آگے بڑھی۔

مگر اگلے ہی پل دروازہ کھولتے ہی اس نے اپنے سامنے کسی ایسے شخص کو پایا جس کے چہرے پر نقاب تھا۔ جب تک وہ معاملہ جھڑکتی وہ شخص دروازہ بند کر چکا تھا۔

"کون ہو تم؟" خوف کے باعث ثمرین کا وجود برف ہونے لگا تھا۔

"پیاری ثمرین! ہمارا ساتھ یہیں تک تھا۔"

اتنا کہہ کر اس شخص کا ہاتھ اس کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا تھا۔ ایک زوردار تھپڑ پڑنے پر وہ اوندھے منہ بیڈ پر جا گری تھی۔

پل میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔

"سعد۔۔۔ پلیز بچائیں مجھے۔" وہ روتے ہوئے چیختی تھی۔

اور پھر اس آدمی نے اپنے ہاتھ میں پکڑا چاقو پوری قوت سے ثمرین کے پیٹ میں گھونپ دیا تھا۔ ایک دل لرزادینے والی چیخ کمرے میں گونجی تھی۔ اور پھر ہر سمت خاموشی چھا گئی۔ گہری پراسرار خاموشی۔

☆.....☆.....☆

"سر! ایک بری خبر آئی ہے۔ ہوٹل کے کمرے میں ایک لڑکی کی لاش ملی ہے۔ خبر کے مطابق اس کا قتل ہوا ہے۔" انسپکٹر حمزہ کی آواز پر وہ ایک دم چونکا تھا۔

"اوہ میرے اللہ! جلدی چلو حمزہ۔ ہمیں فوراً حادثے کی جگہ پر پہنچنا ہے۔" وہ تیزی سے قدم اٹھائے پولیس اسٹیشن سے باہر نکلا تھا۔ اگلے ہی پل اس کے قدم بے اختیار تھم گئے، اور اس نے پلٹ کر حمزہ کو دیکھا۔

"ہوٹل کا نام کیا تھا؟"

حمزہ کے منہ سے ہوٹل کا نام سنتے ہی اس کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی۔ کسی انجانے خوف کے احساس سے دل کی دھڑکن ایک دم تیز ہوئی تھی۔

"اے ایس پی خضر! ہوٹل کے داخلی حصے میں اسے دیکھتے ہوئے مختلف آوازیں گونجی تھیں۔"

مگر اسے کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ وہ بس ایک بار ثمرین کو دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ جب اس کے کمرے تک پہنچا تو اس نے اپنی بہن کو دیکھا۔ جس کی خوبصورت آنکھیں بند اور لب ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکے تھے۔ خضر کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے سکے گا۔ سفید فراک میں وہ معصوم پری خون میں لت پت تھی۔ وہ بے یقینی سے اس کے مردہ وجود کو دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد جب حقیقت کا یقین ہوا تو اس کی سرخ ہوتی آنکھیں نم ہوئیں تھیں۔

"آہ! میری بہن۔" اس نے تکلیف سے آنکھیں بند کیں۔ پلکوں پر ٹھہرے آنسو آنکھوں سے بہنے لگے۔

"بھائی پلیز! مت جائیں۔"

ثمرین کی آواز اس کے کانوں میں گونجی۔ آہ! کاش وہ اُس وقت اسے چھوڑ کر نہ جاتا۔

جب خضر نے آنکھیں کھولیں تو اس کی نظر کمرے کے ایک کونے میں کھڑے آنسو بہاتے سعد پر پڑی۔ اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے اس تک پہنچا تھا۔

"تم۔۔۔ تم ہی ہو میری بہن کے قاتل! تم ہی اسے یہاں لے کر آئے تھے نا۔۔۔ اسی لیے لائے تھے اسے یہاں؟" وہ اس کا گریبان پکڑتے ہوئے چیخا تھا۔

"خضر! تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں اپنی بیوی سے کتنی محبت کرتا تھا؟"

"سعد بے یقینی ہے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم ہی میری بہن کے قاتل ہو، تم ہی مجرم ہو۔" وہ قہر آلود نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کے ساتھی پولیس اہلکاروں نے آگے بڑھ کر اسے سعد سے دور کیا تھا۔ انہوں نے "اے ایس پی خضر زمان" کو کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ کبھی اتنا شکست خوردہ نہیں دیکھا تھا۔ جیسے آج دیکھا تھا۔ اپنوں کا غم ایسے ہی انسان کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ مضبوط سے مضبوط انسان بھی ٹوٹ کر رہ جاتا ہے۔ اپنوں کا غم ایسے ہی دل زخمی کر دیا کرتا ہے۔

☆.....☆.....☆

سب بہت متاسف اور غمزدہ سے تھے۔ صفیہ بیگم اور زمان صاحب کا دل بیٹی کی جدائی پر تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہیں لیتے تھے۔

"آہ! پچھلے سال ٹرین حادثے میں ہماری یہی بچی معجزانہ طور پر بچ گئی تھی۔ مگر اس بار کسی اپنے کے دیے گئے زخم سے نہ بچ سکی۔" مامی کی غمزدہ مگر اونچی آواز پر خضر چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"مامی! اس بات سے کیا مطلب ہے آپ کا؟" اسی پل اسے اپنے کندھے پر کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہ اس کے ماموں کا بیٹا تھا۔

"امی کا مطلب شاید تم سمجھ گئے ہو گے خضر۔! سعد کے علاوہ کون ہے جو اس بند کمرے میں شمرین کو نقصان پہنچا سکتا تھا؟"

وہ وہ نہیں اس بات کا اتنا یقین کیسے ہے؟ اس کی سوال پر چپچپی نگاہیں ٹوٹنے والے پر مرکوز تھیں۔ "میں نے خود خاندان میں لوگوں کو کہتے سنا ہے

ارسطو نے کہا:

☆ دنیا ایک خس پوش کنواں ہے۔ غفلتوں کو ہوشیاری کے ساتھ قدم رکھنا چاہئے۔
☆ جو شخص حصول علم کی مشکلات کا تحمل نہیں ہو سکتا اسے جہل کی سختیاں عمر بھر برداشت کرنی پڑتی ہیں۔
☆ جواب دینے میں جلدی نہ کرنا کہ بعد میں خفت و شرمندگی نہ ہو۔

اشعر شایان۔ کراچی

کہ سعد ایک شکی مزاج مرد ہے۔ وہ شمرین پر شک کرتا تھا۔ اور تم خود ایک پولیس آفیسر ہو، تمہیں یقیناً معلوم تو ہوگا کہ شکی مزاج مرد کیسے ہوتے ہیں۔" اس نے اس کے نزدیک ہو کر سرگوشی کے انداز میں کہا۔

خضر کو ایک دم وہاں گھٹن سی محسوس ہوئی تھی۔ وہ بہن کے قاتل کو جلد از جلد گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ مگر کسے معلوم تھا کہ اصل بھید کب کھلنا تھا۔ وہ اس ہوٹل کے کمرے سے شمرین کا سامرا سامان لے آیا تھا۔ کل سے لے کر اب تک اپنے غم اور صدمے میں اسے اس بات کا خیال ہی نہیں آیا تھا کہ وہ شمرین کا سامان کھول کر چیک کرے۔ شاید اسے کچھ ایسا مل جائے جو اس راز سے پردہ اٹھانے کا سبب بن جائے۔

تبھی خضر کو اس کے بیگ میں سب سے اوپر ایک ڈائری رکھی نظر آئی تھی۔ وہ اس ڈائری کو کھول کر حرف بہ حرف پڑھنے لگا۔

"جب سے ہماری شادی ہوئی ہے سعد نے مجھے بہت محبت اور احترام دیا ہے۔ مگر شادی کے چند ہفتوں بعد فائر کی آنے والی فون کالز نے میری خوشیوں بھری زندگی میں عجیب وحشت سی بھر دی ہے۔ وہ کہتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ لہذا میں

حیران ہوا تھا۔ اس کی بیوی کو اس کی محبت پر کس قدر یقین تھا۔

"مجھے معاف کر دو ثمرین! میں نے اپنی وقتی ناراضگی میں اپنا سب کچھ کھو دیا۔" سعد نے تکلیف کی شدت سے اپنی آنکھیں بند کر لیں تھیں۔

اس دن خضر کو بے اختیار ان راگ نمبر والی کالز کا خیال آیا تھا۔ جب وہ ثمرین سے ملنے ہوٹل گیا تھا تو وہاں سے واپس جانے سے پہلے اس نے ثمرین سے وہ انجان نمبر لے کر نوٹ کر لیا تھا۔

خضر اور سعد اب اصل قاتل کو ڈھونڈ رہے تھے۔ اور وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہو چکے تھے۔ اس دن ہوٹل کی سی سی ٹی وی فوٹیج کو بھی غائب کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ مگر خضر نے بھی اپنی پوری جان لگا دی تھی۔ اس نے عہد کیا تھا کہ وہ اپنی بہن کے قاتل کو ڈھونڈ کر ہی رہے گا۔ اور پھر اس نے وہ فوٹیج حاصل کر لی تھی۔

اسکرین پر موجود منظر میں یہ واضح دکھائی دے رہا تھا کہ ایک شخص ہوٹل میں داخل ہوا، اور پھر وہ واش روم کی جانب بڑھا تھا۔ چند لمحوں بعد جب وہ باہر آیا تو اس نے چہرے پر سیاہ رومال سے نقاب کر رکھا تھا۔

خضر نے زوم کر کے اسے دیکھا۔ وہ اس شخص کو بہت اچھے سے جانتا تھا۔ وہ اس کا ماموں زاد فائز ارسلان ہی تھا۔ پھر وہ ثمرین اور سعد کے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔ انہیں چند مزید ثبوت فائز کے خلاف مل گئے تھے۔ جن میں وہ انجان نمبر سے کی جانے والی فون کالز بھی شامل تھیں۔

وہی اصل قاتل تھا!

قاتل ان کے درمیان میں ہی موجود تھا۔ بھید کھل چکا تھا۔ اے ایس پی خضر اپنے ساتھی پولیس اہلکاروں کو

سعد کو چھوڑ دوں؟ کیا محبت ایسی ہوتی ہے، اتنی خود غرض اور بے مول؟ محبت تو وہ ہے جس میں "احترام" ہو۔ محبت قربانی مانگتی ہے۔ مگر فائز جیسا انسان کبھی اپنی خواہشوں کی قربانی نہیں دے سکتا۔

مجھے شک نہیں بلکہ یقین ہے کہ اب یہ راگ نمبر سے آنے والی کالز بھی فائز کی ہیں۔ میری مہندی والے دن جب اس نے سعد کو برا بھلا کہا تو میں نے غصے میں آ کر اسے سب کے سامنے ذلیل کیا تھا۔ حتیٰ کہ اسے پھڑپھڑ بھی مار دیا تھا۔ شاید وہ مجھ سے اسی بات کا بدلہ لے رہا ہے۔

مگر فائز کتنا ہی میرے اور سعد کے درمیان شک کا بیج بونے کی کوشش کرے۔ وہ شک کبھی گھنے تناور درخت کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ سعد بہت اچھے ہیں، وہ مجھے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔"

خضر کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔ ثمرین نے اسے صرف آدھا سچ بتایا تھا۔ باقی باتیں وہ چھپا گئی تھیں۔ اس نے گہری سانس لے کر وہ ڈائری بند کی۔ اور آنکھوں میں آنی نمی کو اندر اتارا تھا۔

"یا اللہ! میری مدد فرما۔ بے شک تو ہی بہترین مددگار ہے۔" اس کے دل نے بے اختیار اپنے رب سے رجوع کیا تھا۔

اس ڈائری کو پڑھنے کے بعد یہ تو واضح ہو گیا تھا کہ سعد نے کبھی ثمرین پر شک نہیں کیا تھا۔ وہ اس کا قاتل نہیں تھا۔ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ تو پھر اصل قاتل کون تھا؟

ہر بید میں بھید چھپا ہوتا ہے۔ ایک بھید جب اپنے وقت پر کھلتا ہے تو بہت سی دوسری باتوں سے بھی پردہ اٹھا دیتا ہے۔

☆.....☆.....☆

خضر نے سعد سے معافی مانگ لی تھی۔ سعد بھی اُس کی باتیں سن کر اور ثمرین کی ڈائری پڑھ کر شدید

لے کر فوراً اپنے ماموں کے گھر پہنچے تھے۔
 "تمہارا تھیل ختم۔۔ تم ہی اصل مجرم ہو فائز
 ارسلان!"

وہ غصے سے دھاڑتے ہوئے سامنے کھڑے
 فائز کے سر پر پستول رکھ چکا تھا۔

"ہاں! میں ہی ہوں۔۔ اور یہ سب تم لوگوں
 کے غلط فیصلے کا نتیجہ ہے۔ اگر تم لوگ مجھے دھتکار کر اس
 سعد کو مجھ پر فوقیت نہ دیتے تو آج شمرین زندہ ہوتی۔
 "وہ سرخ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے چیخا تھا۔

فائز ایک نشئی اور آوارہ قسم کا انسان تھا۔ چھ ماہ
 قبل شمرین کے ایک ہی وقت میں آنے والے دو
 رشتوں میں یعنی فائز اور سعد میں سے انہیں کسی ایک کا
 انتخاب کرنا تھا۔ خضر سمیت اس کے والدین نے بھی
 سعد کا انتخاب کیا تھا۔ کیونکہ سعد ایک اچھا انسان تھا۔
 جبکہ فائز کی بری فطرت سے سب ہی واقف تھے۔

"جس شخص نے کسی دوسرے کو قصاص کے بغیر یا
 زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ کے علاوہ (کسی وجہ
 سے) قتل کیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل
 کیا۔" سورة المائدة - ۲۳

"جانتے ہو کیا فائز؟ تم دھتکارے جانے کے
 بھی قابل نہیں ہو۔" وہ نفرت سے اسے دیکھتے
 ہوئے بولا۔

تمام ثبوتوں اور گواہوں کو مد نظر رکھتے ہوئے
 عدالت کی جانب سے فیصلہ سنایا گیا تھا۔ فائز کو
 سزائے موت ہو چکی تھی۔

شمرین کا قاتل اپنے انجام کو پہنچ چکا تھا۔ وہ
 سب مطمئن تھے۔

مگر کچھ بھید اب بھی دلوں میں دفن تھے۔ تبھی تو
 یہ لوثندگی گزر رہی تھی۔ کیونکہ زندگی کسی کے لیے نہیں
 رکتی۔۔ اور دنیا کا نظام تو اسی طرح چلتا رہے گا۔

□□.....□□

غزل

دکھ فسانہ نہیں کہ تجھ سے کہیں
 دل بھی مانا نہیں کہ تجھ سے کہیں
 آج تک اپنی بے کلی کا سبب
 خود بھی جانا نہیں کہ تجھ سے کہیں
 بے طرح حالِ دل ہے اور تجھ سے
 دوستانہ نہیں کہ تجھ سے کہیں
 ایک تو حرف آشنا تھا مگر
 اب زمانہ نہیں کہ تجھ سے کہیں
 قاصد! ہم فقیر لوگوں کا
 اک ٹھکانہ نہیں کہ تجھ سے کہیں
 اب تو اپنا بھی اس گلی میں فراز
 آنا جانا نہیں کہ تجھ سے کہیں
 اب تو اپنا بھی اس گلی میں فراز
 آنا جانا نہیں کہ تجھ سے کہیں
 (احمد فراز)

حسن انتخاب: جمیر اوارثی، کراچی۔